میں قویٰ ضعیف ہوگئے تھے لیکن پھر بھی تصنیف وتالیف اور شعری وادبی اصلاح وارشاد کے
میں برابر مصروف رہے اس بنا پر انھوں نے جو قلمی ذخیرہ یادگار چھوڑا ہے بلا مبالغہ اس میں
کوئی ادیب اور شاعر اس میں اور قدرتِ کلام وجامعیتِ فن میں ان کا ہمسر وحریف نہیں ہوسکتا
قدرتِ کلام کا یہ عالم تھا کہ چند سال ہوئے انھوں نے قرآن مجید کا منظوم ترجمہ کیا اور ندوۃ المصنفین
تھا کو بربنا تعلقِ خاطر ومودتِ قدیم دکھلانے اور ان سے رائے لینے کے لئے دہلی میں آکر تقریباً
ہفتے قیام کیا تو میں نے پہلی ہی ملاقات میں کہہ دیا کہ قرآن مجید کے منظوم ترجمہ کا حامی نہیں ہوں میرے
ایسی کوشش نہ صرف غیر مفید بلکہ مضر اور گمراہ کن ہوسکتی ہے۔ اس پر مرحوم نے کہا کہ آپ پہلے
پڑھ لیجئے اور اس کے بعد کوئی رائے قایم کیجئے چنانچہ میں اس پر رضامند ہوگیا اور روزانہ دو دو تین
گھنٹے نکال کر مرحوم کے ساتھ ہی میں نے ترجمہ ازاول تا آخر پڑھا اور میری حیرت کی انتہا نہ تھی جب میں
تھا کہ ترجمہ بہت بڑی حد تک اس قدر صاف اور رواں تھا کہ نظم اور نثر کا فرق ہی معلوم نہیں ہوتا تھا
سوں ہی نہیں ہوتا تھا کہ قیدِ وزن وقافیہ کی وجہ سے کسی جگہ بھی کوئی لفظ آگے پیچھے ہوا یا کسی مناسب
جگہ کوئی نامناسب لفظ رکھا گیا ہے۔

مولانا احسان اللہ خاں تاجور ۱۸۹۳ء میں نجیب آباد ضلع بجنور میں پیدا ہوئے روہیلہ افغانوں کے
سے تعلق رکھتے تھے۔ ابتدائی تعلیم وطن میں ہوئی پھر دارالعلوم دیوبند میں داخل ہوکر اسلامی علوم
کی تکمیل کی شعرو شاعری اور لکھنے کا ذوق فطری تھا۔ چنانچہ زمانہ طالب علمی میں بھی دارالعلوم دیوبند
پایہ علمی اور دینی رسالوں القاسم اور الرشید میں ان کے مقالات نکلتے تھے یہاں سے
ہوکر وہ لاہور پہنچے اور سر عبدالقادر مرحوم ایسے مربی اور مشفق کے فیضِ صحبت وتوجہ نے ان
چمکایا کہ وہ جلد ہی نہ صرف لاہور بلکہ شمالی ہندوستان کی علمی اور ادبی محفلوں کی رونق وزینت بن گئے
وکے بلند پایہ شاعر اور زبان کے ماہر ونقاد اور نامور ادیب کی حیثیت سے پنجاب کے اساتذۂ فن
میں ایک نمایاں جگہ کے مالک ہوگئے سینکڑوں نوجوان ان کے فیضِ صحبت وتعلیم سے اردو کے
ادیب وشاعر ہوگئے وہ زندہ دلانِ پنجاب کے ادبی اکھاڑہ میں ایک پہلوان کی حیثیت سے رہتے تھے۔

وہ جس طرح دوستوں کے ساتھ انتہائی خلیق و ملنسار اور ہمدرد تھے اسی طرح مخالفوں کو دنداں شکن جواب دینے میں بھی ید طولیٰ رکھتے تھے لاہور میں رہ کر انھوں نے دولت بھی پیدا کی اور شہرت و ناموری بھی حاصل کی لیکن دیوبند میں چند سالہ قیام نے ان کے دل و دماغ پر ایسے گہرے نقوش ثبت کر دیئے تھے کہ اپنے نام کے ساتھ "فاضل دیوبند" بڑے فخر کے ساتھ لکھتے تھے اور دیوبند کے حضرات اکابر تو اکابر منتسبین دارالعلوم پر بھی جان چھڑکتے اور ان سے والہانہ محبت کرتے تھے اگرچہ تصنیف و تالیف کے ذریعہ کوئی بڑا ذخیرہ انھوں نے یادگار نہیں چھوڑا ہے تاہم "انجمن ارباب علم پنجاب" مرکز اردو مرکز ادارے قایم کر کے اور "ادبی دنیا اور شاہکار" وغیرہ بلند پایہ رسالے نکال کر اور نوجوانوں میں صحیح شگفتہ ادبی و شعری ذوق پیدا کر کے انھوں نے اردو زبان و ادب کی جو اہم خدمات انجام دی ہیں وہ عصر حاضر کے تاریخ ادب کا بے شبہ روشن باب ہیں اور انھیں آسانی سے فراموش نہیں کیا جا سکتا۔

آج کل کے بعض کم ظرف اور بد اصل و بد نہاد شاعروں نے شاعری کو ایسا بدنام کیا ہے کہ اور رند مشربی و آوارہ مزاجی دونوں لازم و ملزوم سے بن گئے ہیں سیماب اور تاجور دونوں نے اس فن شریف کے مرتبہ و وقار کو پوری طرح قایم رکھا چنانچہ یہ دونوں حضرات ارباب فن ہونے کے مشرقی آداب و اطوار معاشرت کا بھی مکمل نمونہ تھے شرافت ان کا جوہر اور پاک طینتی و مروت کی خو تھی فن ان کے دم سے نیک نام تھا اور یہ فن کے وقار پر دم دیتے اور اخلاقی حیثیت سے بھی فن کا وقار کم نہیں ہونے دیتے تھے، آہ صد حیف کہ اردو کی شبستان گل بداماں کے پرانے چراغ بجھتے چلے جا رہے ہیں اور ان کی جگہ نئے چراغوں کو روشن کرنے کے سامان کا قحط پڑ رہا ہے جو جاتا ہے اپنی جگہ بالکل خالی چھوڑ کر جاتا ہے۔ واحسرتا!

اب نہ دنیا میں آئیں گے یہ لوگ   کہیں ڈھونڈھے نہ پائیں گے یہ لوگ

حق تعالیٰ دونوں کی قبر ٹھنڈی رکھے۔ اور مغفرت و بخشش کی نعمتوں اور رحمتوں سے سرفراز فرمائے!